31

مساجد تعمیر کرنا اللہ تعالیٰ کی برکتوں اور اس کے فضلوں کو حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے

(فرمودہ 7 نومبر 1957ء بمقام دارالذکر لاہور)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت فرمائی تو آپ کے چچا حضرت عباسؓ مکہ میں ہی رہ گئے تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر جب ہجرت کے متعلق مشورہ ہوا تو حضرت عباسؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اِس مشورہ میں شامل تھے۔ یوں تو وہ آپ کو مانتے تھے لیکن دوسروں سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے۔ حج کے موقع پر حاجیوں کو پانی پلانے کا کام بھی ان کے سپرد تھا۔ ایک دفعہ کسی بات پر حضرت علیؓ کا حضرت عباسؓ سے جھگڑا ہو گیا تو انہوں نے کہا ہم تو خدا تعالیٰ کے رسول اور اس کے دین کی خدمت کرتے رہے ہیں اور اِس سلسلہ میں ہم نے اپنی جانوں کی بھی پروا نہیں کی۔ چنانچہ ہم نے اسلام کی خاطر لڑائیاں لڑیں اور بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ ہمارے سامنے آپ لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے؟ آپ تو اُس وقت مکہ میں بیٹھے تھے۔ اِس پر حضرت عباسؓ نے کہا یہ ٹھیک ہے کہ میں ہجرت کے وقت مکہ میں رہ گیا اور آپ لوگ خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر جہاد کرتے رہے

لیکن ہم وہاں حاجیوں کو پانی پلایا کرتے تھے اور ہماری یہ خدمت بھی کچھ کم خدمت نہیں۔ اِس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ بے شک حاجیوں کو پانی پلانا بھی ایک نیکی ہے مگر خدا اور اُس کے رسول پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا زیادہ افضل ہے اور یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہوسکتے1۔ اِسی ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ مساجد کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور ان کی تعلیم پر عمل کرے۔2 مگر ظاہر ہے کہ مسجد تبھی آباد ہوسکتی ہے جب وہ بنی ہوئی بھی ہو۔ جب کوئی مسجد بنی ہی نہ ہو تو وہ آباد کیسے ہوگی۔

اِس بارہ میں تم اپنی مثال دیکھ لو پہلے لاہور میں ہماری صرف گمٹی والی مسجد ہوا کرتی تھی جو خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے غیر احمدیوں سے معاہدہ کر کے چھوڑ دی۔ اس کے بعد بڑی دیر تک یہاں کوئی مسجد نہ بنی۔ جب خلافت کا جھگڑا شروع ہوا تو میں نے قریشی محمد حسین صاحب مفرّح عنبری والوں سے کہا کہ یہاں مسجد بنانے کی کوشش کریں۔ وہ بڑی ہمت والے آدمی تھے۔ انہوں نے سترہ مرلہ زمین کے ایک ٹکڑا پر قبضہ کر لیا اور فوری طور پر مسجد کی بنیاد رکھ دی۔ اور بعد میں اس پر چالیس پینتالیس ہزار روپیہ خرچ کر کے ایک عمارت کھڑی کر دی۔ یہ وہی مسجد ہے جو بیرون دہلی دروازہ میں ہے۔ پھر اس نے بھرنا شروع کیا اور ایک وقت ایسا آیا جب اس میں ہزار ہزار، ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار نمازی آجاتے تھے۔ جب خلافت کا جھگڑا شروع ہوا تو لاہور میں صرف چند احمدی تھے جن کا خلافت ثانیہ سے تعلق تھا۔ ایک شمس الدین صاحب تھے اور ایک ان کے بھائی تھے اور یا پھر میاں فیملی کے افراد تھے جو میاں چراغ الدین صاحب کے تعلق کی وجہ سے خلافت کے ساتھ رہے۔ میاں چراغ الدین صاحب کے ایک لڑکے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ بھی پیغامیوں میں شامل ہوگئے تھے۔ ان کے متعلق میں نے ایک دفعہ دعا کی تو میں نے رؤیا میں دیکھا کہ وہ قادیان آئے ہیں اور میں نے انہیں ایک چارپائی پر لٹایا ہے اور کپڑا اُٹھا کر میں نے اُن کے پیٹ پر چُھری پھیر دی ہے۔ پھر خواب میں ہی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ انہوں نے توبہ کر لی ہے۔ میں نے یہ رؤیا میاں چراغ الدین صاحب کو سنایا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اِس رؤیا کے چند دن بعد ہی حکیم محمد حسین صاحب نے بیعت کر لی۔ اب تو خدا تعالیٰ کے فضل سے میاں چراغ الدین صاحب کی ساری اولاد خلافت سے وابستہ ہے لیکن شروع شروع میں جیسا کہ میں نے بتایا ہے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ پیغامیوں میں شامل ہوگئے تھے اور کچھ

عرصہ تک اخبار پیغام صلح کے ایڈیٹر بھی رہے۔ بہرحال پہلی مسجد احمدیہ جو بیرون دہلی دروازہ میں قریشی محمد حسین صاحب مفرح عنبری والوں کی برکت سے بنی سترہ مرلہ زمین میں تھی۔

اس کے بعد ہم ہجرت کر کے یہاں آئے تو ایک عرصہ تک رتن باغ میں نماز جمعہ پڑھتے رہے۔ پھر میں نے جماعت احمدیہ لاہور کو بڑے زور سے تحریک کی کہ لاہور میں ایک اَور مسجد بنانے کی کوشش کرو جو بہت بڑی ہو۔ لیکن کافی عرصہ تک اس پر کوئی عمل نہ ہوا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ لاہور کو توفیق دی اور انہوں نے زمین کا ایک ٹکڑا خرید لیا۔ اس کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے کہ ساڑھے چھ کنال ہے۔ اب دیکھو! کُجا سترہ مرلہ زمین اور کُجا ساڑھے چھ کنال۔ گویا ہماری موجودہ مسجد پہلی مسجد سے قریباً آٹھ گُنا بڑی ہوگی۔ وہ صرف سترہ مرلہ میں تھی اور یہ ایک سَوتیس مرلہ میں ہو گی۔ اور اگر گمٹی والی مسجد سے اس کا مقابلہ کیا جائے تو یہ اُس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ گمٹی والی مسجد میں تو سات آٹھ نمازی ایک وقت میں نماز پڑھ سکتے تھے۔

مولوی غلام حسین صاحب مرحوم اس مسجد کے امام تھے۔ وہ احمدی ہو گئے تو انہوں نے اپنی مسجد جماعت کو وقف کر دی جو بعد میں خواجہ کمال الدین صاحب نے غیر احمدیوں سے معاہدہ کر کے چھوڑ دی۔ مولوی غلام حسین صاحب مرحوم بہت ہی نیک انسان تھے۔ لیکن غریب بہت تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ کسی سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں ان کی مسجد میں گیا تو میں نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا لیکن انہوں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ مگر یہ ابتدائی زمانہ کی بات ہے۔ پھر انہوں نے اخلاص میں بہت ترقی کی۔ 1905ء یا 1906ء میں مجھے بخار ہوا تو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ اسے فوراً کسی پہاڑ پر بھیج دیا جائے۔ چنانچہ میں اپنے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ساتھ شملہ چلا گیا۔ مولوی غلام حسین صاحب مرحوم بھی وہاں آ گئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ایک نوجوان مجھ سے پڑھتا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ میں شملہ جا رہا ہوں۔ اس لیے میں اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتا۔ میں نے کہا میں بھی شملہ چل پڑتا ہوں وہاں تمہیں پڑھایا کروں گا۔ اور روپیہ کی فکر نہ کرو۔ میں اپنا کرایہ اپنی جیب سے ادا کروں گا۔ غرض وہ بہت ہی نیک انسان تھے اور پڑھانے کا انہیں بے حد شوق تھا۔ گمٹی والی مسجد کے وہی امام تھے اور بڑا اخلاص رکھتے تھے۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوسری مسجد دے دی جو پہلی مسجد سے بہت بڑی تھی اور اب ایک

اَور مسجد بنانے کی توفیق دے دی ہے جو دوسری مسجد سے بھی بڑی ہے۔

بہرحال جوں جوں مسجدیں بنتی گئیں اللہ تعالیٰ جماعت کو بھی برکت دیتا گیا۔ آج مجھے بتایا گیا ہے کہ جمعہ کی نماز میں تین ساڑھے تین ہزار مرد اور عورت شامل ہوئے ہیں۔ حالانکہ پہلی مسجد میں ہزار ڈیڑھ ہزار آدمی جمعہ کے لیے آتا تھا اور جیسے جامن کو ڈبّہ میں ڈال کر اور نمک ملا کر ہلایا جاتا ہے اُسی طرح اس مسجد میں نمازیوں کا حال ہوتا تھا۔ پھر دو اڑھائی سَو سائیکل ہوتا تھا اور کاریں اور بسیں بھی آتی تھیں۔ تو دیکھو! یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے تم اُس کو یاد کرو اور اُس کے شکریہ کے طور پر خدا تعالیٰ کے گھر کو تعمیر کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ قربانی کرو۔

اب مجھے لاہور آنے کا موقع ملا تو میں نے شیخ بشیر احمد صاحب اور چودھری اسد اللہ خان صاحب کو تحریک کی کہ بائیس کنال زمین اَور ملتی ہے وہ بھی خرید لی جائے اور اس کے ساتھ چھ کنال کا ایک اَور ٹکڑا ہے وہ بھی خرید لیا جائے۔ یہ ساری مل کر کوئی 35 کنال زمین ہو جائے گی جو قریباً ساڑھے چار ایکڑ بن جاتی ہے۔ اگر ساری زمین میں مسجد بن جائے تو لاہور میں اَور کوئی مسجد اس جتنی بڑی نہیں ہوگی۔

درحقیقت ہماری مثال ویسی ہی ہے جیسے مشہور ہے کہ کسی چڑی مار، نے جال بچھایا ہوا تھا اور کوئی شخص پاس سے شور مچاتا جا رہا تھا جس کی وجہ سے جانور جال میں پھنستے نہیں تھے۔ چڑی مار نے اسے پکڑ لیا اور خوب مارا اور کہنے لگا کہ تم شور ڈالنے کی بجائے یہ کہو کہ آتے جاؤ اور پھنستے جاؤ۔ چنانچہ اُس نے یہ فقرہ کہنا شروع کر دیا اور آگے چل پڑا۔ رستہ میں اسے کچھ چور ملے۔ انہوں نے جب اسے یہ فقرہ کہتے سنا تو انہیں بڑا غصہ آیا اور انہوں نے اسے خوب مارا اور کہا تُو ہمیں یہ فقرہ کہہ کر پھنسانا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا پھر اَور کیا کہوں؟ انہوں نے کہا تم یہ کہو کہ لاتے جاؤ اور رکھتے جاؤ۔ چنانچہ اس نے یہی فقرہ کہنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دور جا کے اُسے ایک جنازہ ملا۔ اُس نے اونچی آواز سے یہ فقرہ کہہ دیا۔ اِس پر جنازہ والوں نے اُسے پکڑ لیا اور مارا۔ اُس نے پوچھا کہ میں اَور کیا کہوں؟ انہوں نے کہا تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ یہ دن کسی کو نہ دکھائے۔ وہ وہاں سے گزرا تو آگے سے ایک برات آ رہی تھی۔ وہ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے کہنے لگا اللہ تعالیٰ یہ دن کسی کو نہ دکھائے۔ اس پر انہوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ غرض جس طرح اسے اپنے الفاظ بدلنے پڑے اِسی طرح ہمیں بھی ہر تبدیلی پر ایک نیا قدم اٹھانا چاہیے۔

پس جماعت کوشش کرے کہ چندہ کر کے اس ساری زمین کو مسجد میں شامل کر لے۔ اِس طرح یہ مسجد اتنی بڑی ہو جائے گی کہ لاہور کی اَور کوئی مسجد اِس کے برابر نہیں ہو گی۔ شاہی مسجد بھی اس سے چھوٹی ہو گی کیونکہ وہ زیادہ سے زیادہ آٹھ نو کنال میں ہو گی۔ پھر نہ صرف یہ مسجد ہی لاہور میں سب سے بڑی ہو گی بلکہ چونکہ مسجد خدا تعالیٰ کا گھر ہوتا ہے اِس لیے تمہاری جماعت بھی لاہور میں سب سے بڑی جماعت ہو جائے گی۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی دنیا میں مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔3 اب یہ سیدھی بات ہے کہ جب پانچ چھ کنال زمین مسجد بنے گی تو جنت میں بھی تمہارے لیے ایک کوٹھی بن جائے گی۔ لیکن جب یہ مسجد بنے گی جو 35 کنال میں ہو گی تو خدا تعالیٰ تمہارے لیے جنت میں ایک عظیم الشان محل بنائے گا۔

اور تم یہ نہ سمجھو کہ تمہیں اتنی بڑی مسجد بنانے کی توفیق نہیں۔ اِتنی بڑی مسجد بنانے کی طاقت تم میں موجود ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اِس وقت جمعہ میں تین ساڑھے تین ہزار احمدی موجود ہیں۔ اگر تین ہزار بھی فرض کر لیے جائیں اور ان میں سے ہر ایک پچاس روپیہ مسجد کے لیے دے تو ڈیڑھ لاکھ روپیہ جمع ہو جاتا ہے۔ پھر شہریوں کی مالی حالت گاؤں والوں کی نسبت بہت اچھی ہوتی ہے اس لیے بعض دوست پچاس روپیہ سے بھی زیادہ دے سکتے ہیں اور اِس طرح بہت زیادہ رقم جمع ہو سکتی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ شیخ بشیر احمد صاحب ایک شخص کے پاس مسجد کے لیے چندہ لینے گئے تو اُس نے پوچھا آپ میرے متعلق کیا خیال کرتے ہیں کہ میں کتنی رقم دے سکتا ہوں؟ انہوں نے خیال کیا کہ اگر میں نے تھوڑی رقم مانگی تو میرے دل میں خلش رہے گی کہ شاید میں اس سے زیادہ رقم مانگتا تو یہ اُتنی رقم بھی دے دیتا اور اگر میں نے زیادہ روپیہ مانگا تو یہ شخص خیال کرے گا کہ مجھ پر بہت زیادہ بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ آخر سوچ بچار کے بعد میں نے کہا آپ پانچ ہزار روپیہ دے دیں۔ اِس پر اُس نے بیس ہزار روپیہ کا چیک کاٹ کر دے دیا۔

پس یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بعید نہیں کہ یہاں اتنی بڑی مسجد بن جائے۔ یہ مرکزی جگہ ہے اور سارے پاکستان سے لوگ یہاں آتے ہیں۔ ساری جماعت کا چندہ پچاس لاکھ کے قریب ہوتا ہے۔ اِس لیے اِس مسجد کے لیے دو تین لاکھ روپیہ دے دینا جماعت کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ اوّل تو یہاں کے احمدی ہی اتنا چندہ دے دیں گے۔ لیکن اگر وہ نہ دے سکیں تو سارے پاکستان والے

جو یہاں آتے ہیں وہ کہیں گے کہ ہم بھی تو اِس شہر میں جاتے ہیں اور مسجد میں نماز پڑھتے ہیں ہم بھی چندہ دیتے ہیں۔اس لیے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔آپ لوگ کوشش کریں گے تو خدا تعالیٰ بھی مدد دے گا۔

پس کوشش کرو کہ اِس ساری زمین میں مسجد بن جائے۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں زمین کا کوئی حصہ بیچنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور لاہور کی جماعت اپنی کوشش سے ہی ایک عالیشان مسجد بنا لے گی۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک دو سال کے بعد صدرانجمن احمدیہ بھی کچھ روپیہ تمہیں قرض کے طور پر دے دے اور اِس طرح تمہیں مدد مل جائے۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خود لاہور کی جماعت میں اِتنی طاقت ہے کہ وہ اِس مسجد کو بنا سکتی ہے۔کراچی کی جماعت دو مسجدیں بنا چکی ہے۔ایک اُس نے وکٹوریہ روڈ پر بنائی اور دوسری مارٹن روڈ پر۔ مارٹن روڈ والی مسجد کی عمارت گو زیادہ شاندار نہیں لیکن بہرحال اُس جماعت نے دو مساجد بنالی ہیں۔ بے شک کراچی کی جماعت لاہور کی جماعت کی نسبت زیادہ مالدار ہے اور اُس کی تعداد بھی اِس سے زیادہ ہے۔مگر ایمان تعداد کو نہیں دیکھا کرتا۔

مجھے یاد ہے پچھلے سال میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ چنیوٹ کا ایک سنار لڑکا میرے پاس آیا۔ اُس کے ہاتھ میں ململ کے کپڑے میں بندھی ہوئی کوئی چیز تھی۔ وہ اُس نے مجھے دے دی اور پھر کہا کہ اِس پوٹلی میں سونے کے دو کڑے ہیں جو میری والدہ نے مجھے دیئے ہیں۔میری والدہ کہتی ہے کہ یہ کڑے میں نے کسی خاص مقصد کے لیے رکھے ہوئے تھے۔لیکن اب میں چاہتی ہوں کہ آپ انہیں بیچ کر کسی دینی کام میں لگالیں۔ چنانچہ میں نے انہیں بیچ کر اُن کی قیمت مسجد ہیگ میں دے دی۔ میرا خیال ہے کہ وہ چار پانچ سَو کے ہوں گے۔ اِسی طرح اب بھی جب میں ربوہ سے چلا ہوں ایک شخص نے مجھے لکھا کہ میرا بچہ بیمار ہوگیا تھا اور میری بیوی نے منت مانی تھی کہ اگر میرا بچہ بچ گیا تو میں فلاں زیور سلسلہ کو دے دوں گی۔غرض عورتیں بھی بہت کچھ چندہ میں دے دیتی ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مَردوں میں کسی چندہ کی تحریک کی۔اس کے بعد آپ نے فرمایا عورتوں سے کہہ دو وہ پردہ کرلیں میں انہیں بھی تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ پردہ کر لیا گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف لے گئے۔آپ نے فرمایا میں نے ابھی

مردوں میں دین کی خدمت کے لیے چندہ کی تحریک کی ہے اور انہوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اب میں تمہارے پاس بھی آیا ہوں کہ تم بھی اِس تحریک میں حصہ لو۔ اِس پر ایک عورت نے اپنے ہاتھ سے ایک کڑا اُتار کر آپ کی طرف پھینک دیا اور عرض کیا یَا رَسُولَ اللّٰہ! یہ میری طرف سے قبول فرمائیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورت! تیرا ایک ہاتھ تو دوزخ کی آگ سے بچ گیا۔ اب دوسرا ہاتھ بھی کہہ رہا ہے کہ تُو اسے بھی دوزخ کی آگ سے بچا۔ اِس پر اُس عورت نے اپنا دوسرا کڑا بھی آپ کی طرف پھینک دیا۔

تو خدا تعالیٰ کے فضل سے عورتوں کے اندر بھی قربانی کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ آپ لوگ عورتوں کا تعاون حاصل کریں۔ ممکن ہے کہ وہ مردوں سے آگے نکل جائیں۔ دیکھ لیں! ہیگ میں جو مسجد بنی ہے وہ صرف عورتوں کے چندہ سے ہی بنی ہے۔ اُس پر ایک لاکھ چوہتّر ہزار روپیہ خرچ آیا تھا جس میں سے ستانوے ہزار روپیہ عورتوں نے ادا کر دیا ہے اور صرف ستتّر ہزار ادا کرنا باقی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم یہ رقم جلسہ تک یا اُس کے کچھ دیر بعد دے دیں گی۔ پس صرف ارادہ اور ہمت کی ضرورت ہے۔ اگر عورتیں اور مرد سب مل کر زور لگائیں تو مسجد کے لیے رقم جمع کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں کشمیر گیا۔ سری نگر کے پاس ایک چھوٹی سی جھیل ہے جو "ڈل" کہلاتی ہے۔ اس کے پاس سے ہی دریائے جہلم گزرتا ہے۔ اور دریا میں سے ایک نہر کاٹ کر اس "ڈل" کے سامنے سے گزاری گئی ہے۔ اس "ڈل" میں اس نہر کا دروازہ کھلتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دریا کا پانی اونچا ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں نہر کا پانی بھی اونچا ہو جاتا ہے اور "ڈل" میں زور سے پانی گرنے لگ جاتا ہے۔ اُس وقت کشتی نیچے سے اوپر لے جانی بڑی مشکل ہوتی ہے اور بعض دفعہ دریا کا پانی نیچا ہو جاتا ہے اور ڈل کا پانی اونچا ہو جاتا ہے۔ جب دریا اور "ڈل" کا پانی برابر ہو تب تو کشتیاں آسانی سے اِدھر اُدھر آتی رہتی ہیں لیکن جب ایک طرف کا پانی اونچا نیچا ہو جاتا ہے تو انہیں کشتی چلانے میں بڑی دقت محسوس ہوتی ہے۔ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک کشتی آئی جس میں کشمیری مرد اور عورتیں اور بچے بیٹھے ہوئے تھے اور ایک طرف کا پانی اونچا تھا۔ انہوں نے بہت زور لگایا مگر وہ اُس کشتی کو آگے لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر کچھ آدمی کشتی سے اُتر گئے اور انہوں نے رسّے ڈال کر کشتی کو کھینچنا شروع کیا اور یہ نعرہ لگانا شروع کر دیا لَا یِلَاہَ یِلَّ اللّٰہُ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لیکن کشتی

پھر بھی نہ نکلی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اللہ کا نام لے کر ہمارا کام نہیں بنا تو انہوں نے یا شیخ ہمدان کا نعرہ لگایا۔ شیخ ہمدان ایک بزرگ تھے جنہوں نے کشمیر میں اسلام پھیلایا تھا لیکن کشتی اِس نعرہ پر بھی باہر نہ نکلی۔ تب انہوں نے آخری نعرہ یا پیر دستگیر کا لگایا۔ اس نعرہ کا لگنا تھا کہ کیا عورتیں اور کیا مرد دیوانہ وار کُود کر کشتی سے نیچے اُتر آئے اور سب نے مل کر زور لگانا شروع کر دیا اور آخر وہ کشتی کو کھینچ کر آگے لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ تم بھی یا پیر دستگیر کا نعرہ لگا کر اس کام کو شروع کرو۔ لیکن یاد رکھو! پیر دستگیر سے حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی مُراد نہیں بلکہ اس سے خدا تعالیٰ کا اپنا وجود مراد ہے جو حقیقی دستگیر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میرے پاس ایک فقیر آیا اور اس نے کہا پیر دستگیر کے نام پر کچھ دو۔ آپ فرمایا کرتے تھے میں اُس وقت وہاں تھا اس لیے میں نے اُس فقیر کو ڈانٹا کہ تم شرک کرتے ہو۔ لیکن وہ فقیر بہت ہوشیار تھا۔ اُس نے جھٹ کہا آپ تو یونہی ناراض ہوتے ہیں کیا خدا تعالیٰ کے سوا بھی کوئی دستگیر ہے؟ دراصل اس کی مُراد تو حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ سے ہی تھی لیکن حضرت خلیفہ اوّل کے ناراض ہونے پر اُس نے بات بدل دی اور حضرت خلیفہ اوّل نے چپ کر کے اُسے کچھ دے دیا۔

اِسی طرح تم بھی اپنے دستگیر خدا کا نعرہ مارو اور سب مل کر اِس کام میں لگ جاؤ۔ پھر تم دیکھو گے کہ اس عمارت کی بنیاد بھی رکھ دی جائے گی اور باقی عمارت کے لیے روپیہ بھی مہیا ہو جائے گا۔ جب انسان کسی کام کا پختہ ارادہ کر لے تو خدا تعالیٰ خود ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے جن سے انسان ایسے کام میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ مجھے بعض اوقات علاج اور دوسرے کاموں کی غرض سے کراچی جانا پڑتا ہے۔ وہاں صدر انجمن احمدیہ کی ایک بلڈنگ ہے۔ میں اس بلڈنگ میں ٹھہرتا ہوں جس کی وجہ سے وہ اسے کرایہ پر نہیں دے سکتے۔ میں نے خیال کیا کہ اگر وہاں میرا اپنا مکان بن جائے تو اُس مکان میں مَیں ٹھہرا کروں اور انجمن اس مکان کو کرایہ پر دے دیا کرے تا کہ اس سے کچھ آمد پیدا ہو۔ میں نے کراچی میں گیارہ سو گز زمین خریدی ہوئی تھی۔ لیکن مکان بنانے کی کوئی صورت نہیں تھی کیونکہ میرے پاس روپیہ نہیں تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اُس کا بھی سامان کر دیا۔ ربوہ کے قریب میری کچھ زمین تھی جسے میں نے فروخت کر دیا اور اِس طرح میری ضرورت پوری ہو گئی۔ اگر ایک فرد کی خدا تعالیٰ اِس

طرح مدد کرتا ہے تو وہ جماعت کی کیوں مدد نہیں کرے گا۔ جماعت تو اس کی مدد کی بہت زیادہ مستحق ہے۔

لاہور میں بھی 1941ء میں مَیں نے کچھ زمین سمن آباد میں خریدی تھی اور میں نے شروع سے یہ نیت کی ہوئی تھی کہ اس زمین پر کوٹھی بنا کر میں صدر انجمن احمدیہ کو دے دوں گا۔ اِس کے بعد میں نے گلبرگ میں بھی زمین خرید لی۔ اب میرا ارادہ ہے کہ سمن آباد والی زمین بیچ کر گلبرگ والی زمین پر کوٹھی تعمیر کروں۔ اور گلبرگ والی کوٹھی صدر انجمن احمدیہ کو دے دوں۔ اگر میں نے پہلے سے یہ نیت نہ کی ہوتی کہ میں یہ کوٹھی صدر انجمن احمدیہ کو دے دوں گا تو میں لاہور کی جماعت کو دے دیتا۔ لیکن اب میں ایسا نہیں کرسکتا۔ کیونکہ میں شروع سے ہی یہ نیت کر چکا ہوں کہ میں یہ کوٹھی صدر انجمن احمدیہ کو دے دوں گا۔ یہاں جب کبھی میں آتا ہوں ہمشیرہ کے الاٹ شدہ مکان میں ٹھہر جاتا ہوں۔ قیام چونکہ مختصر ہوتا ہے اس لیے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ کراچی میں زیادہ دیر قیام کرنا پڑتا ہے اس لیے وہاں ذاتی مکان کی ضرورت تھی تا کہ صدر انجمن احمدیہ کا مکان خالی ہو اور وہ کرایہ پر چڑھ سکے۔ صدر انجمن احمدیہ کا یہ مکان چھ فلیٹ پر مشتمل ہے اور اگر ایک فلیٹ پانچ سَو روپیہ ماہوار پر بھی چڑھے تو تین ہزار روپیہ ماہوار اور چھتیس ہزار روپیہ سالانہ مل جاتا ہے۔ بہر حال میں نے کراچی والی جائیداد کو اپنے پاس اِس لیے رکھا کہ صدر انجمن احمدیہ کی جائیداد آزاد ہو جائے۔ یہاں صدر انجمن احمدیہ کی اِس وقت تک کوئی جائیداد نہیں۔ یہاں میں چند دن کے لیے آتا ہوں اور ہمشیرہ کے پاس ٹھہر جاتا ہوں۔ اور اگر بِالفرض یہاں کوئی مکان نہ بھی ملے تو ہم کسی اچھے ہوٹل میں ٹھہر سکتے ہیں یا جو کوٹھی مَیں صدر انجمن احمدیہ کو دینے کا ارادہ رکھتا ہوں وہ ہم کرایہ پر لے سکتے ہیں۔ غرض تم اس مسجد کے بنانے کی کوشش کرو تا کہ جنت میں تمہارا گھر بنے۔

تم نے دیکھا کہ پچھلے دنوں لاہور میں کس قدر گھر جلے ہیں۔ ہمارے ایک ڈاکٹر نور احمد صاحب تھے جو بڑی مدت سے لاہور میں رہتے تھے اور انہوں نے یہاں اپنا مکان بھی بنایا ہوا تھا لیکن فسادات میں ان کا گھر جلا دیا گیا۔ وہ بیمار تھے۔ اب سنا ہے کہ فوت ہو گئے ہیں۔ تو دنیا کی سب چیزیں فانی ہیں۔ وہی چیز انسان کے کام آتی ہے جو نیک کاموں پر خرچ کی جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول سنایا کرتے تھے کہ ایک غریب عورت تھی وہ محنت مزدوری کر کے

اپنا گزارہ کیا کرتی تھی۔ وہ گاؤں والوں کا سُوت کاتا کرتی اور اُس سے جو آمد ہوتی اُسی سے وہ اپنی خوراک کا خرچ بھی چلاتی، کپڑے بھی بناتی اور کچھ روپیہ بھی جمع کرتی۔ اُس جمع شدہ روپیہ سے اس نے سونے کے کڑے بنوائے۔ ایک دن ایک چور اُس کے گھر آیا اور وہ کڑے چُرا کر لے گیا۔ وہ عورت اس کا مقابلہ تو نہ کر سکی لیکن اُس نے اُس چور کو پہچان لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس عورت نے پھر مزدوری کی اور روپیہ جمع کر کے اُس نے اَور کڑے بنوا لیے۔ ایک دن وہ عورت گلی میں بیٹھی چرخہ کات رہی تھی کہ چور پاس سے گزرا اور اُس عورت کو دیکھ کر بھاگ پڑا۔ عورت نے اُسے پہچان لیا اور آواز دی کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گی کہ تم نے میرے کڑے چُرائے تھے۔ میں تم سے صرف ایک بات کرنا چاہتی ہوں۔ چنانچہ وہ چور کھڑا ہو گیا۔ اُس عورت نے اُسے مخاطب کر کے کہا دیکھو! میں نے محنت مزدوری کر کے کچھ رقم جمع کی تھی اور اس سے کڑے بنوائے تھے۔ مگر تُو وہ کڑے چُرا کر لے گیا۔ میں نے پھر محنت مزدوری کر کے کڑے بنوا لیے ہیں لیکن تیرے جسم پر اب بھی وہی لنگوٹی ہے جو اُس وقت تھی۔ تو جو شخص نیکی اور تقوٰی پر قائم ہو اور خدائی احکام پر عمل کرنے والا ہو اگر اُسے کوئی نقصان بھی پہنچ جائے تو خدا تعالیٰ اُس کا ازالہ کر دیتا ہے اور اُسے سونے کے کڑے مل جاتے ہیں اور نقصان پہنچانے والے کے جسم پر لنگوٹی ہی رہتی ہے۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ اِس مسجد کے سلسلہ میں ایک شخص مخالفت کر رہا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں یہ مسجد نہیں بننے دوں گا۔ لیکن اب وہ کہتا ہے کہ میری چھ کنال زمین بھی لے لو۔ اِسی طرح خدا تعالیٰ کی راہ میں جو شخص کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ پس تم اِس بات سے نہ گھبراؤ کہ تم بے بس ہو اور غریب ہو۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ہوتا ہے وہ بے بس اور غریب نہیں ہوتا۔ بلکہ جو شخص اپنے آپ کو بے بس اور غریب سمجھے اُس سے زیادہ جاہل اور کوئی نہیں ہوتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کرم دین کے مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف لے گئے تو جس مجسٹریٹ کے پاس مقدمہ تھا وہ آریہ تھا۔ آریہ سماج نے ریزولیوشن پاس کر کے اُس مجسٹریٹ کے پاس بھیجا کہ یہ شخص ہمارا دشمن ہے اور ہمارے لیڈر لیکھرام کا قاتل ہے۔ اب اس کا کیس آپ کے ہاتھ میں ہے اور ساری قوم کی نظر آپ پر ہے۔ اگر آپ نے اس کو جانے دیا تو آپ قوم کے دشمن ہوں گے۔ چنانچہ اس مجسٹریٹ نے وعدہ کر لیا کہ میں مرزا صاحب کو ضرور سزا دوں گا۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب گوریانی ایک مخلص آدمی تھے۔ انہیں کسی نے اِس ریزولیوشن کی اطلاع دے دی اور انہوں نے دوسرے دوستوں کو بتا دیا۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب نے یہ سارا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جا کر سنا دیا۔ آپ اُس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ جب مولوی صاحب نے آپ کو یہ واقعہ سنایا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام یک لخت اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپ نے فرمایا میں اُس کا شکار نہیں ہوں۔ میں خدا کا شیر ہوں۔ وہ خدا کے شیر پر ہاتھ تو ڈال کر دیکھے۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے آپ کی آواز اِس قدر بلند ہوگئی کہ کمرہ کے باہر کے لوگ بھی چونک اُٹھے۔

بعد میں اسی مجسٹریٹ کو ایسی سزا ملی کہ وہ ایک دفعہ لدھیانہ کے اسٹیشن پر مجھے ملنے کے لیے آیا اور اُس نے روتے ہوئے مجھ سے معافی مانگی اور کہا میں سخت دکھ میں ہوں۔ میں نے مرزا صاحب کے پاس معافی مانگنے کے لیے جانا تھا۔ لیکن وہ تو اَب فوت ہو چکے ہیں اس لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ میرے لیے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے اِس عذاب سے نکال لے۔ اگر یہ عذاب کچھ اَور عرصہ تک قائم رہا تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔

اب دیکھو! کُجا یہ دعوٰی کہ میں مرزا صاحب کو قید کر کے چھوڑوں گا اور کُجا یہ حالت کہ وہ عاجزانہ طور پر کہتا ہے کہ میرے لیے دعا کی جائے کہ خدا تعالیٰ مجھے دکھوں سے نجات دے۔ تو دیکھو جو لوگ خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کی مدد کرتا ہے اور انہیں ایسے نشانات دکھاتا ہے جن سے اُن کا ایمان اَور زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔

قادیان ایک گاؤں تھا وہاں کئی قسم کی چیزیں دستیاب نہیں ہوتی تھیں۔ اس لیے لوگ باہر سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پھل اور دوسرے تحفے بلٹی یا پارسل کر کے بھیج دیا کرتے تھے۔ چنانچہ میرے دفتر کے کارکن عبداللطیف خاں کے دادا انوار حسین خاں صاحب لکھنؤ سے بڑے بڑے آم چُن کر قادیان بھجوایا کرتے تھے۔ میں نے اُن آموں میں پانچ پانچ سیر کا آم بھی دیکھا ہے۔ اِس قسم کا جو سامان ریل کے ذریعہ آتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے لانے کے لیے اپنے ایک خادم پیرا نامی کو بٹالہ بھجوایا کرتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی عادت تھی کہ وہ ہمیشہ بٹالہ اسٹیشن پر آیا کرتے اور اگر انہیں کوئی ایسا آدمی مل جاتا جو کہتا ہے کہ میں نے قادیان

جانا ہے تو وہ اُس کے پیچھے پڑ جاتے۔ اور مکہ کے مخالفوں کی طرح کہتے کہ میں تو مرزا صاحب کا بچپن کا دوست ہوں مجھ سے پوچھو کہ بات کیا ہے۔ اُس نے تو محض ایک دکان بنائی ہوئی ہے۔ اگر ایمان بچانا ہو تو واپس چلے جاؤ وہاں تمہیں کفر والحاد اور جھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا۔

میرے اپنے خسر مولوی عبدالماجد صاحب بھی ایک دفعہ قادیان آ رہے تھے کہ مولوی صاحب انہیں ریلوے اسٹیشن پر ملے اور انہیں واپس بہار بھیج دیا۔ مولوی صاحب نے انہیں کہا ہم جانتے ہیں کہ یہ محض دکانداری ہے اور کچھ نہیں۔ بعد میں وہ ہمیشہ اِس بات پر افسوس کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر مجھ سے یہ غلطی نہ ہوتی اور میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی بات مان کر واپس نہ چلا جاتا تو میں بھی صحابی ہوتا۔ مجھے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے خراب کیا ہے۔ تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی عادت تھی کہ وہ روزانہ اسٹیشن پر آتے اور اگر کوئی قادیان جانے والا انہیں مل جاتا تو اُسے ورغلاتے۔

ایک دن اتفاقاً انہیں قادیان جانے والا کوئی شخص نہ ملا۔ پیرا بلٹی چُھڑانے گیا ہوا تھا۔ وہ ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اُسے جا ملے۔ پیرے نے واپس آ کر بتایا کہ میں بلٹی کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی میرے پاس آئے اور کہنے لگے پیرے! سناؤ تم نے قادیان میں کیا دیکھا ہے کہ وہاں بیٹھے ہو۔ مفت میں تمہارا ایمان خراب ہو رہا ہے۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ مولوی صاحب! میں پڑھا ہوا تو نہیں ہوں۔ میں نے صرف ایک چیز دیکھی ہے جو میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ میں آٹھ دس سال سے بلٹیاں چُھڑانے بٹالہ آیا کرتا ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ روزانہ اسٹیشن پر آتے ہیں اور لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ شاید آپ کی یہاں آتے جاتے کئی جُوتیاں بھی گِھس گئی ہوں گی لیکن لوگ پھر بھی قادیان جاتے ہیں اور مرزا صاحب کی بیعت کر لیتے ہیں۔ وہ بعض اوقات بیماری کی وجہ سے مسجد میں بھی نہیں آتے مگر لوگ دو دو گھنٹہ تک باہر بیٹھے رہتے ہیں۔ اِس سے پتا لگتا ہے کہ مرزا صاحب ضرور سچے ہیں۔ اب دیکھو! جب خدا تعالیٰ کسی کی مدد کرتا ہے تو وہ کیسے حیرت انگیز طریق پر اُس کی مدد کرتا ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دن ایک امریکن اور اُس کی بیوی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنے کے لیے قادیان آئے۔ مولوی محمد علی صاحب باہر تھے اور قادیان میں اَور کوئی انگریزی جاننے والا

نہیں تھا۔ پہلے میرا خیال تھا کہ اُس وقت مفتی محمد صادق صاحب نے ترجمانی کا کام کیا تھا۔ لیکن بعد میں میرے داماد میاں عبدالرحیم احمد کے والد پروفیسر علی احمد صاحب نے جو پچھلے سال فوت ہوئے ہیں بتایا کہ اُس دن میں قادیان میں تھا اور میں نے ایم۔اے پاس کیا ہوا تھا۔ میں نے اُس وقت ترجمان کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ بہرحال وہ دونوں میاں بیوی قادیان آئے۔ ملاقات کے دوران میں اس امریکن نے کہا کہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوٰی کیا ہے لیکن پہلے مسیح نے تو کئی نشانات دکھائے تھے۔ آپ بھی ہمیں کوئی ایسا نشان دکھائیں جو آپ کی صداقت کا ثبوت ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی انگلی اٹھائی اور اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا آپ دونوں میاں بیوی میرا ایک نشان ہیں۔ اُس امریکن نے کہا ہم دونوں کیسے نشان ہو سکتے ہیں، ہم تو عیسائی ہیں اسلام کو ماننے والے نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا آپ میری فلاں کتاب لے جائیں اور کسی سے پڑھا کر دیکھیں۔ اس میں میرا ایک الہام چھپا ہوا ہے کہ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ[4] یعنی دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ تیری زیارت کے لیے آئیں گے۔ اب امریکہ بھی دنیا کا ایک گوشہ ہے جہاں سے آپ دونوں آئے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ آپ دونوں کو کس طاقت نے یہاں بھیجا ہے؟ قادیان میں تو کوئی دیکھنے والی چیز نہیں۔ اگر محض سیر کے لیے کسی شہر میں آپ نے جانا ہوتا تو آپ بمبئی اور کلکتہ وغیرہ شہروں میں جا سکتے تھے۔ پھر آپ بتائیں کہ آپ جب قادیان آ رہے تھے تو رستہ کیسا تھا؟ وہ کس قدر خراب اور شکستہ ہے اور یہ محض لوگوں کے کثرت سے آنے کی وجہ سے ہی ہوا ہے اور خدا تعالیٰ نے اِس الہام میں مجھے اِس بات کی چالیس سال قبل خبر دے دی تھی۔ وہ امریکن بہت گھبرایا اور کہنے لگا یہ بات تو سچ ہے کہ رستہ بڑا خراب تھا۔

اِسی طرح ایک دفعہ ایک پادری قادیان آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُس وقت وہاں بیٹھے ہوئے تھے جہاں آجکل مدرسہ احمدیہ کی عمارت ہے۔ شاید کوئی جلسہ تھا یا کوئی اَور بات تھی۔ وہ پادری احمدیت کا بہت بڑا دشمن تھا۔ اُس نے بعد میں ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام "مائی وزٹ ٹو قادیان" (My Visit To Qadian) ہے۔ اُس سے بھی اس پیشگوئی کا ذکر ہوا تو وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا آپ نے ٹھیک کہا ہے میں اِسی طرح کی سڑک چل کر آیا ہوں۔ تو دیکھو! اللہ تعالیٰ کی مدد کے رستے کیسے عجیب ہوتے ہیں۔ جب وہ دینے پر آتا ہے تو اس طرح دیتا ہے کہ اس کا پہلے خیال

بھی نہیں کیا جا سکتا۔

مجھے یاد ہے میں ابھی بچہ ہی تھا کہ کاٹھگڑھ ضلع ہوشیار پور کے ایک دوست عبدالسلام صاحب میرے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ وہ کاٹھگڑھ واپس گئے تو انہوں نے ایک پرائمری اسکول بنایا۔ بعد میں وہ مڈل اسکول ہو گیا۔ ان کے دو بیٹے اِس وقت ربوہ میں ملازم ہیں۔ عبدالسلام صاحب کے والد کی زمین تو بہت تھوڑی تھی لیکن ان کے تایا بڑے زمیندار تھے۔ انہیں ایک تو ورثہ میں زمین ملی تھی اور پھر کچھ زمین انہوں نے خود بھی خریدی تھی۔ ایک دفعہ میں کاٹھگڑھ گیا۔ میں جب وہاں سے چلنے لگا تو میرے اردگرد بہت سے لوگ جمع تھے۔ وہ کہنے لگے حضور! اس طرف سے نہ جائیں۔ اس طرف فلاں آدمی رہتا ہے اور سخت دشمن ہے۔ وہ گالیاں دیتا ہے اور مارنے کو آتا ہے۔ اس لیے ڈر ہے کہ وہ کہیں حملہ نہ کر دے۔ لیکن میں نے ان کی اس بات کی پروا نہ کی اور اُسی رستہ پر چل پڑا۔ جب اُس شخص نے مجھے دیکھا تو وہ دوڑ کر میری طرف آیا۔ میرے ساتھیوں نے خیال کیا کہ شاید وہ حملہ کرنے آ رہا ہے اِس لیے وہ لاٹھیاں لے کر اکٹھے ہو گئے۔ لیکن وہ شخص انہیں دھکّا دیتے ہوئے آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ یہ صرف تمہارے ہی پیر نہیں ہمارے بھی پیر ہیں۔ کیا ہم نے ان کی زیارت نہیں کرنی؟ پھر اُس نے ایک روپیہ نکال کر مجھے نذرانہ دیا اور کہا کہ یہ میری طرف سے نذر ہے اسے قبول فرمائیں۔ اب دیکھ لو خدا تعالیٰ نے اس کے دل پر کیسا تصرّف کیا۔ لوگ تو اس بات سے ڈر رہے تھے کہ وہ حملہ نہ کر دے اور وہ نذرانہ پیش کر رہا تھا۔

پس اگر آپ لوگ کمرِ ہمت کس لیں اور اس کام میں لگ جائیں تو خدا تعالیٰ لوگوں کے دل کھول دے گا اور وہ تین چار لاکھ روپیہ بڑی آسانی سے دے دیں گے جس سے آپ لوگ مسجد بنا لیں گے۔ گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ صرف ہمت کی ضرورت ہے۔ اگر آپ لوگ ہمت اور ارادہ کر لیں گے تو خدا تعالیٰ خود آپ لوگوں کا حافظ و ناصر ہو گا۔ لیکن یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ سب اس کام کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔[5] وہ یقیناً توّاب ہے۔ لیکن جب تک لوگ اُس کی طرف رجوع نہیں کرتے وہ بھی اُن کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ اور جب لوگ اُس کی طرف رجوع کر لیتے ہیں تو وہ بھی اُن کی طرف رحمت کے ساتھ رجوع کرتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب دوزخ میں سے آخری آدمی نکالا جائے گا تو وہ خدا تعالیٰ سے

کہے گا کہ اے خدا! تُو نے مجھے دوزخ سے تو نکال دیا ہے۔ اب تُو مجھ پر مزید مہربانی فرما اور مجھے اپنے فضل سے جنت کے دروازہ پر کھڑا کر دے۔ خدا تعالیٰ اُس کی دعا کو سنے گا اور اُسے جنت کے دروازہ پر لاکر کھڑا کر دے گا۔ جب وہ اُس کے دروازہ پر کھڑا ہوگا تو وہ کہے گا خدایا! جب میں دُور تھا تو جنت کی مجھے صرف رغبت محسوس ہوتی تھی لیکن اب تو میں دروازہ میں کھڑا ہوں اور جنت کی نعماء بھی دیکھ رہا ہوں۔ اب تو جنت کی نعماء دیکھ کر مجھ میں برداشت کی طاقت بالکل نہیں رہی۔ تُو مجھے جنت کے دروازہ سے کچھ تھوڑی دور آگے کر دے تاکہ میں ان نعمتوں سے حظ اُٹھا سکوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو! میرا یہ بندہ کتنا حریص ہے۔ اور اِس کے بعد کہے گا جنت کے سات دروازوں میں سے تُو جس دروازہ میں سے چاہے جنت میں داخل ہو جا۔ تو دیکھو! جس شخص کو خدا تعالیٰ نے سینکڑوں سال تک دوزخ میں رکھا اس کو بھی وہ کہتا ہے کہ تُو جس دروازہ سے چاہے جنت میں داخل ہو جا۔6

پس تم خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھاؤ اور اس کی طرف توجہ کرو۔ وہ تم کو بڑی عزت بخشے گا۔ ایک دفعہ تم مسجد بنانے کا عزم کرلو تو مسجد یقیناً بن جائے گی۔ اگر تم مسجد بنانے سے پہلے مر گئے تو بنی ہوئی مسجد دیکھنے کا مزا تمہیں حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنی زندگی میں مسجد بنا گئے تو یہ مزا بھی پالو گے اور تمہاری مثال ایسی ہی ہوگی جیسے لطیفہ مشہور ہے کہ کسی دفتر میں کوئی کلرک تھا جسے سِل ہوگئی۔ محکمہ کی طرف سے اُسے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ جب وہ ڈسچارج ہوا تو ہسپتال والوں نے کہا کہ اسے وزیر آباد اور سیالکوٹ کی سڑک پر چھوڑ آؤ وہاں سے یہ سواری لے کر اپنے گاؤں میں چلا جائے گا۔ چنانچہ اُسے سڑک پر لاکر چھوڑ دیا گیا۔ وہ سڑک پر چلا جا رہا تھا کہ اُسے ایک پہلوان نظر آیا جس کا سَر مُنڈا ہوا تھا اور اُس نے اپنے سارے جسم پر تیل ملا ہوا تھا اور اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا۔ اِس مسلول کلرک کو شرارت سُوجھی اور اُس نے پیچھے سے آ کر اُس کے سر پر ٹھینگا مارا۔ پہلوان پیچھے مڑا تو اُس نے اس مسلول شخص کو دیکھا۔ اُسے بڑا غصہ آیا اور اُس نے اُسے نیچے گرا کر خوب مارا۔ جب وہ مار مار کر تھک گیا تو وہ مسلول شخص کہنے لگا پہلوان صاحب! آپ نے مجھے خوب مارا ہے اور اگر اَور بھی مارنا چاہو تو بے شک مار لو۔ لیکن جو مزا مجھے ٹھینگا مارنے میں آیا ہے وہ آپ کو مار میں نہیں آ سکتا۔ اِسی طرح اگر تم میں کوئی فوت ہوگیا اور مسجد اس کی زندگی میں نہ بنی تو جنت میں تو اُسے مکان مل جائے گا لیکن اُسے وہ مزا نہیں آئے گا جو اُس دوسرے شخص کو آئے گا جس نے اپنی زندگی میں بنی ہوئی مسجد بھی دیکھ لی ہوگی۔

وہ خداتعالیٰ سے کہے گا خدایا! تُو بڑی قدرتوں والا ہے۔ تُو جو چاہے کرسکتا ہے۔ تیری عطا کردہ جنت بھی بڑی اچھی ہے۔ لیکن دنیا میں جب ہم نے تیرا گھر بنایا تھا تو اُس کی لذّت بھی کچھ کم لذّت نہیں تھی۔ پس مسجد بناؤ اور یاد رکھو کہ اگر تم خداتعالیٰ کی مدد کرو گے تو خدا بھی تمہاری مدد کرے گا"۔ (الفضل 29 نومبر 1957ء)

1: اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (التوبة:19)

2: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (التوبة:18)

3: مسلم كتاب الزهد باب فضل بناءِ المساجد

4: تذکرہ صفحہ 356 ایڈیشن چہارم

5: النصر:4

6: بخاری كتاب الاذان باب فَضْل السُّجُوْد